SHEHRI

شہری

برائے بہتر ماحول

جنوری تا مارچ ۱۹۹۸ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو، وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔۔۔مارگریٹ میڈ

اندرونی صفحات میں

- بلدیاتی انتخابات
- صادقہ صلاح الدین سے گفتگو
- ساحلی نظام حیات میں عدم توازن

کیا مردم وخانہ شماری سے درست نتائج حاصل ہو سکیں گے

تمام تر مخالفتوں اور رکاوٹوں کے باوجود حکومت نے مردم شماری کروا کر جرات مندی کا ثبوت دیا ہے۔ اگر ہم طویل عرصہ بعد ہونے والی مردم شماری کے ذریعے اپنی آبادی کے مختلف طبقوں، فرقوں اور گروہوں کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر سکے تو یہ ایک تاریخی کارنامہ ہو گا۔

ساؤتھ ایشیا کے غریب ممالک نے پچھلی دو دہائیوں میں بہت سارے مسائل کے ساتھ جنگ کرنے میں گزار دی۔ ان ہی میں پاکستان کا نام سرفہرست ہے۔ ایک طویل مارشل لاء کے دوران جو کچھ اس خطے میں ہوا اب اس کی تفصیل میں جانا ضروری نہیں ہے مگر افغان جنگ جو ناکردہ گناہوں کی طرح ہم پر اور ہماری آنے والی نسلوں پر مسلط کر دی گئی اس کا ذکر مردم شماری کے ماتھے پر ایک ناسور کی طرح نظر آتا رہے گا۔

جب ہم مردم شماری کے حوالے سے غیر ملکی تارکین وطن کا ذکر کرتے ہیں تو کچی بستیوں، خیمہ بستیوں اور عام آبادیوں میں غیر قانونی طور پر رہنے والے تارکین وطن کا انبوہ کثیر کسی قیامت کے منظر سے کم نظر نہیں آتا۔ ان تارکین وطن میں افغانی، ایرانی، بنگالی، سوڈانی، برمی اور بہت سارے ممالک کے تارکین وطن کا نام آتا ہے مگر ان سب میں سب سے زیادہ تعداد میں آباد ہونے والے افراد کا تعلق افغانستان اور بنگلہ دیش سے ہے جہاں تک ان تارکین وطن کا تعلق ہے تو ابھی تک ہمارے ہاں یہ طے ہی نہیں ہوا کہ جو لوگ آ گئے ہیں وہ تارکین وطن ہیں، اس ملک کے شہری ہیں، انہیں واپس جانا ہے یا یہیں رہنا ہے؟ لہٰذا ان کی شہریت کا تعین ہی نہیں ہو سکا۔ اس معاملے کو ایک طرح سے لٹکا کر رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب اپنے مفادات کے لئے ان کی ضرورت پیش آئے گی تب ہی انہیں کہیں استعمال کیا جائے گا جیسا کہ اس سے پہلے ہوتا رہا ہے لیکن بہرحال جب تک ان تارکین وطن کی قسمت کا فیصلہ نہیں کیا جاتا۔

صوبوں کے درمیان آبادی کی تقسیم 1951ء تا 1981ء

آبادی کا فیصد تناسب

علاقہ	1951ء	1961ء	1972ء	1981ء
پنجاب	60٫8	59٫3	57٫6	56٫1
سرحد	13٫6	13٫4	12٫8	13٫1
سندھ	17٫9	19٫5	21٫7	22٫6
بلوچستان	3٫5	3٫2	3٫7	5٫1
فاٹا	3٫9	4٫3	3٫8	2٫6
اسلام آباد	-	0٫3	0٫4	0٫4
پاکستان	100٫0	100٫0	100٫0	100٫0

شہری

بی 206 بلاک 2- پی ای سی ایچ ایس
کراچی پاکستان
ٹیلی فون، فیکس 92-21-453-0646
E-mail address: shehri
@onkhura.com
(web site) URL:http://www
onkhura.com/shehri

ایڈیٹر : انیس ہارون

انتظامی کمیٹی

چیئرمین : قاضی فائز عیسیٰ
وائس چیئرمین : وکٹوریہ ڈی سوزا
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : اسامی خالی ہے
ارکان : نوید حسین، خطیب احمد

شہری اسٹاف

کو آرڈی نیٹر : سیما منصور
اسسٹنٹ کو آرڈی نیٹر : محمد ریحان اشرف

شہری ذیلی کمیٹیاں

آلودگی کے خلاف : نوید حسین
تحفظ ورثہ : دانش آذر زوبی، عبیرالرحمٰن
میڈیا اور عوامی روابط : عبیرالرحمٰن، محسن جعفری، ترجمان انور
قانون : قاضی فائز عیسیٰ، امبر علی بھائی، رولینڈ ڈی سوزا، وکٹوریہ ڈی سوزا، خطیب احمد
پارکس اور تفریح : خطیب احمد
مالی حصول : تمام ارکان

ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے بہتر ماحول کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر/ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائنگ : زیڈ یو اے
پروڈکشن : انٹرپرائز کمیونیکیشن

مالی تعاون : فریڈرک نومان فاؤنڈیشن

رکن IUCN
دی ورلڈ کنزرویشن یونین

یہاں کی آبادی کے مسائل الجھتے ہی چلے جائیں گے۔

ایک محتاط جائزے کے مطابق اس وقت ملک کی آبادی ۱۴ کروڑ ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ اس وقت یہ ہے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے روزگار کے لئے شہروں کا رخ شروع کردیا ہے جس کی وجہ سے شہروں کی آبادی میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ لاہور، فیصل آباد، پنڈی اور پشاور کے علاوہ بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ کراچی کے لئے سب سے بڑا مسئلہ بن کر رہ گیا ہے۔ کراچی جہاں آئے دن ایک کچی آبادی کا ضافہ ہوجاتا ہے کسی کے پاس بھی ان آبادیوں یا ان میں رہائش پذیر لوگوں کے مسائل یا ان کی تعداد کے صحیح اعداد و شمار موجود نہیں۔ کچھ غیر سرکاری تنظیموں کے پاس ان آبادیوں کے بارے میں کچھ یا ان میں رہائش پذیر افراد کے بارے میں معلومات ضرور موجود ہیں مگر حکومت اس سلسلے میں بالکل بے بس نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر پریس کلب کے سامنے کچی آبادی کے کچھ مکینوں کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ جن کا کہنا تھا کہ انہیں مردم شماری میں شامل نہیں کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ آپ کا علاقہ نقشے میں موجود نہیں ہے جہاں مقامی کرسچن اور مسلم افراد آباد ہیں۔ جب تک ان تمام کچی آبادیوں کو مردم شماری کے عمل میں شریک نہ کیا گیا تب تک بھی صحیح اعداد و شمار کا اندازہ لگانا ناممکن ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاں غیر ملکی تارکین وطن نے اپنی الگ جو بستیاں قائم کر رکھی ہیں وہاں ان کچی آبادیوں میں بھی مقامی افراد کے ساتھ ان کی کھچڑی پکی ہوئی ہے اور ان کے پاس باقاعدہ قومی شناختی کارڈ موجود ہیں۔ شناختی کارڈ کا حصول ان غیر ملکیوں کے لئے کوئی مسئلہ نہیں۔ تقریباً" ہر بنگالی اور افغانی کے پاس پاکستان کا قومی شناختی کارڈ موجود ہے۔ اس کی مثال محمدی کالونی اور مچھر کالونی کی آبادی سے دی جاسکتی ہے جہاں لاکھوں بنگالی آباد ہیں اور تقریباً" ۷۵ فیصد کے پاس پاکستان کا شناختی کارڈ موجود ہے۔ یہ بات طے ہے کہ اگر پاکستان میں اور خاص کر کراچی میں صحیح طرح سے مردم شماری ہوجائے گی تو بہت سارے مسائل کا حل مل جائے گا۔ شاید اس طرح آئے دن ہونے والے لسانی جھگڑوں کا خاتمہ ہوسکے۔ سندھ کی شہری اور دیہی آبادی کے درمیان تفریق ختم ہوسکے، کوٹہ سسٹم سے پیدا ہونے والے مسائل کو ختم کیا جاسکے اور سب سے بڑھ کر یہاں کی آبادی کے بنیادی شہری حقوق بحال ہوسکیں۔ پاکستان میں آبادی کو ہمیشہ سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جب مشرقی پاکستان ہمارے ساتھ تھا تو ہم نے آبادی کو برابر کرنے کے لئے ون یونٹ بنالیا تھا اور اس طرح مشرقی پاکستان کی آبادی کو کم کردیا گیا۔ اس لئے اب تک جتنی بھی مردم شماریاں ہوئی ہیں انہیں شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری بھی ایک طے شدہ مردم شماری تھی، اس کے بعد حالات اتنے خراب ہوگئے کہ دوبارہ مردم شماری کروانا ہی ایک مشکل عمل بن گیا۔ اس لئے کہ ہمارے ہاں بلدیاتی شعور نے ترقی نہیں کی

❁ ❁ ❁

آبادی میں اضافہ . . جرائم میں اضافہ

جب آبادی میں اضافہ کا رجحان تیزی سے بڑھا اور صرف 37 سال میں دنیا کی آبادی دوگنی ہوگئی تو آبادی کو کنٹرول کرنے کے لئے فیملی پلاننگ کا آغاز ہوا اور تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو بڑی حد تک کنٹرول کیا گیا لیکن پھر بھی پاکستان شرح پیدائش میں دنیا میں سب سے آگے ہے۔ آبادی میں اضافہ کی رفتار کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ پہلے آبادی کو ایک کرور تک پہنچنے میں دس ہزار سال تک لگے تھے لیکن اب دنیا کی آبادی پانچ ارب اسی کروڑ ہے جو دو ہزار سال میں دوگنی ہوجائے گی۔ اس صدی کے آغاز میں دنیا کی آبادی ایک ارب ستر کروڑ تھی جو بڑھ کر 1950ء تک دو ارب 25 کروڑ ہوگئی پھر تیزی سے اضافہ ہوکر 1987ء تک صرف 37 سال میں پانچ ارب تک پہنچ گئی۔ پاکستان میں پیدائش کے ساتھ ساتھ شرح اموات بھی زیادہ ہے یعنی ہر ہزار بچوں میں سے 95 (ہر دسواں بچہ) شیر خوارہی مرجاتا ہے جبکہ سری لنکا میں ایک ہزار میں سے 181، ایران 43، سنگاپور 5، جاپان میں 4، امریکہ میں 9، کینیڈا میں 6، اور برطانیہ میں 7 بچے ایک سال میں کم عمر میں انتقال کرجاتے ہیں۔ پاکستان میں مجموعی شرح اموات 30 فی ہزار اور آمدنی فی کس 440، امریکی ڈالر ہے۔ اور ایک کمرے کے تین لاکھ گھروں میں دس افراد فی گھر رہتے ہیں۔ تقسیم سے پہلے (1901ء میں) موجودہ پاکستان کی آبادی ایک کروڑ 65 لاکھ تھی جو 50 برسوں میں (1950ء میں) 3 کروڑ 33 لاکھ، 72ء میں 6 کروڑ 53 لاکھ اور 1997ء میں 13، کروڑ 31 لاکھ ہوگئی۔ پاکستان میں موجودہ شرح پیدائش 2٫2 فیصد (ہر منٹ میں 9 بچے) چین میں 1٫4، انڈونیشیا میں 1٫7، بھارت میں 2 اور بنگلہ دیش میں 2٫4 فیصد ہے۔ اس رفتار سے پاکستان کی آبادی 35 سال میں دوگنی ہوجائے گی جبکہ جاپان کی 233، اور برطانیہ کی 350 سالوں میں دوگنی ہوگی۔ منصوبہ بندی کے بارے میں 83 فیصد شادی شدہ جوڑے جانتے ہیں لیکن 22 فیصد قابل تولید جوڑوں میں سے 17٫8 فیصد اس پر عمل کرتے ہیں یوں 40 فی ہزار سے گھٹ کر اب شرح پیدائش 36 فی ہزار رہ گئی ہے۔ آبادی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ جرائم میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ 1981ء کے مقابلہ میں 1990ء میں تمام جرائم میں 179 فیصد اضافہ ہوا۔ قتل اور اقدام قتل کی وارداتوں میں 183 فیصد، ڈکیتی میں 512 فیصد، چوری اور رہزنی میں 329 فیصد اور دیگر جرائم میں 195 فیصد اضافہ ہوا۔

سلیقہ انور

این جی او آرسی کی ڈائریکٹر
صادقہ صلاح الدین
سے سلیقہ انور کی گفتگو

صادقہ صلاح الدین کا تعلق ایک ممتاز ادبی اور علمی گھرانے سے ہے۔ انہوں نے سیراکوز یونیورسٹی سے اکنامکس میں ماسٹرز کی ڈگری لی۔ اس کے بعد کیمبرج' مساچوسٹس کے آرتھر ڈی لٹل اسکول سے منیجمنٹ میں ماسٹرز کیا۔

۱۹۹۳ء میں آغا خان فاؤنڈیشن کے ساتھ منسلک ہونے سے پہلے وہ نیپا کراچی میں چیف انسٹرکٹر تھیں۔ اس وقت وہ آغا خان فاؤنڈیشن کے زیراہتمام قائم کئے گئے این جی او ریسورس سینٹر کی ڈائریکٹر ہیں۔

☆ **ہمیں این جی او ریسورس سینٹر' اس کے اغراض ومقاصد اور دائرہ کار کے بارے میں کچھ بتایئے؟**

○ این جی او ریسورس سینٹر ایک امدادی ادارہ ہے جس کا مقصد این جی اوز کی ایسا ماحول پیدا کرنے میں مدد کرنا ہے جس میں وہ موثر طور پر کام کرسکیں۔ این جی او آرسی تربیت' نیٹ ورکنگ اور معلومات کے پھیلاؤ کے ذریعے درمیانی سطح کی اور غیرسرکاری کمیونٹی تنظیموں کی استعداد بڑھانے کی کوشش کرتی ہے۔ سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ پاکستان میں این جی اوز سیکٹر کو مستحکم کیا جائے اور ترقیاتی عمل میں وسیع پیمانے پر لوگوں کو شریک کیا جائے این جی او آرسی کوئی فنڈز فراہم نہیں کرتا۔

☆ **آپ کو کن بڑی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کی اہم کامیابیاں کون سی ہیں؟**

○ این جی او آرسی کو جب سب سے پہلا مسئلہ درپیش ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کوئی فنڈز یا مالی فنڈز یا مالی امداد مہیا نہیں کرتا۔ تاہم یہ ابتدائی رکاوٹ ہوتی ہے جب تک لوگوں کو یہ احساس نہیں ہوجاتا کہ این جی او آرسی صرف سکھانے اور تربیت دینے کا ادارہ ہے روپے دینے کا نہیں۔ اس مشکل اور رکاوٹ پر آسانی سے قابو پالیا جاتا ہے۔

بڑی کامیابیوں میں خیرپور میں ترقیاتی عمل میں این جی او آرسی کا حصہ ہے۔ اس ضلع میں تبدیلی کے عمل انگیز کی حیثیت سے این جی اور آرسی بجاطور پر اس سلسلے میں اپنی کارکردگی کا دعویدار ہوسکتا ہے۔ دوسری بڑی کامیابی لیاری میں سیٹیلائٹ انفارمیشن سینٹر کا قیام ہے۔

☆ **این جی او آرسی متعدد منتخب شہری اور دیہی علاقوں میں کام کررہا ہے؟**

○ این جی او آرسی متعدد منتخب شہری اور دیہی علاقوں کی کمیونٹی تنظیموں کے ساتھ کام کررہا ہے اور ان کی استعداد بڑھانے اور ترقیاتی سرگرمیوں میں ان کی مدد کررہا ہے۔

اربن ماڈیول' کراچی ڈسٹرکٹ ساؤتھ میں کمیونٹی تنظیموں پر مشتمل ہے۔ گزشتہ پانچ برسوں کے دوران این جی او آرسی نے تقریباً" ۴۵ سی بی این جی اوز کے ساتھ مختلف سطحوں پر شراکت کے ذریعے کام کیا ہے۔ اس امدادی تعلق کے عمل کے ذریعے سی بی این جی اوز نے اپنی مہارتوں میں اس حد تک اضافہ کرلیا ہے کہ اب وہ خود دوسری سی بی این جی اوز کو امداد' رہنمائی اور تربیت فراہم کررہی ہیں۔

دیہی ماڈیول ضلع خیرپور پر محیط ہے۔ این جی او آرسی نے اپنی امدادی سرگرمیاں ۱۹۹۳ء میں یہاں شروع کیں اور اب یہ ۵۹ دیہی تنظیموں کے ساتھ کام کررہا ہے۔ پارٹنرشپ کے اس عمل نے س بی این جی اوز کے درمیان رابطے اور نیٹ ورکنگ کو فروغ دیا ہے اور لوکل گورنمنٹ' تعلیمی اداروں اور دوسری امدادی تنظیموں کے ساتھ موثر تعلقات قائم کرنے میں ان کی مدد کی ہے۔

☆ **آپ پاکستان میں این جی اوز کے شعبے کی ترقی کو کیسے دیکھتی ہیں اور مستقبل میں اس کے کیا امکانات ہیں؟**

○ این جی اوز کا شعبہ پاکستان میں نسبتاً" نیا ہے اس کا آغاز خدمات فراہم

این جی او ریسورس سینٹر ایک امدادی ادارہ ہے جس کا مقصد این جی اوز کی ایسا ماحول پیدا کرنے میں مدد کرتا ہے۔ جس میں وہ موثر طور پر کام کرسکیں

کرنے والی تنظیموں مثلاً اپوا' بہبود' فیملی ویلفیئر آرگنائزیشن' ووکیشنل ٹریننگ سینٹرز وغیرہ سے ہوا۔

اب اس میں تبدیلی کی ضرورت ہے کیونکہ خدمات فراہم کرنے والی تنظیموں میں صرف چند لوگ ہی شریک ہوتے ہیں۔ اس وقت زیادہ مربوط پروگراموں کی ضرورت ہے۔ سماجی تبدیلی' نچلی ترین سطح سے آنی چاہئے۔ تربیت' نیٹ ورکنگ' معلومات کا پھیلاؤ' ریسرچ' تجزیہ اور دستاویز مرتب کرنا بعض ایسے طریقے ہیں جو این جی او آرسی استعمال کرتی ہے۔

☆ این جی اوز کے شعبے کو مستحکم کرنے کے لئے آپ کے کیا منصوبے ہیں؟

○ این جی او آرسی کا سب سے بڑا مقصد این جی اوز کے شعبے کو مستحکم کرنا ہی ہے تاکہ بڑے پیمانے پر لوگ ترقیاتی عمل میں شریک ہوسکیں۔ اس کا مقصد طرح طرح کے ترقیاتی پروگراموں کو زیادہ موثر بنانا ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے این جی او آرسی تین متوازی محاذوں پر کام کررہا ہے۔

۱) سی بی این جی اوز کو مستحکم کرنے کے عمل کے بارے میں مزید سیکھنا اور انتظامی' فنی اور مالی اعتبار سے انہیں مضبوط بنانے۔ دونوں سیکھنے کے ماڈیولز سے سبق حاصل کرنا' دوسرے پروگراموں کے تجربات کے مشاہدے اور تحقیق سے سیکھنا۔

۲) ان اسباق کو مطبوعات' نیٹ ورکنگ اور خصوصاً" مندرجہ ذیل کے ساتھ کام کرتے ہوئے وسیع پیمانے پر پھیلانا

(i) منتخب درمیانی سطح کی این جی اوز جو سماجی این جی اوز کو فنی اور مالی امداد فراہم کرتی ہیں۔ (ii)صوبائی سطح پر سوشل ویلفیئر ڈپارٹمنٹس

۳) پاکستان میں این جی اوز کے لئے سازگار ماحول کو فروغ دینا (i)چند منتخب موضوعات پر ریسرچ کے ذریعے (ii)ایک ایسے پلیٹ فارم کے قیام کے ذریعے جہاں

> **خدمات فراہم کرنے والی تنظیموں میں صرف چند لوگ ہی شریک ہوسکتے ہیں' اس وقت زیادہ مربوط پروگراموں کی ضرورت ہے' سماجی تبدیلی نچلی سطح سے آنی چاہئے**

این جی اوز سیکٹر کے درمیان' اس شعبے اور حکومت' امداد دینے والی ایجنسیوں اور تجارتی شعبے کے درمیان پالیسی امور کے بارے میں تبادلہ خیال ہوسکے۔

☆ کیا ہماری میونسپل تنظیموں کے بارے میں کوئی امید ہے؟

○ ہماری میونسپل تنظیمیں اہل' باصلاحیت اور محنتی لوگوں سے بھری ہوئی ہیں لیکن شدید مالی اور بعض اوقات سیاسی پابندیوں کی وجہ سے ان کے کام میں رکاوٹ آئی ہے جس کی وجہ سے لوگ بہت مایوس ہوتے ہیں۔ بلدیاتی اداروں کے لئے واحد امید یہی ہے کہ وہ سی بی این جی اوز اور این جی اوز کے ساتھ ملکر کام کریں اور ایک ایسا نظام وضع کریں جس میں وہ ایک دوسرے کی مدد کرسکیں۔

☆ کیا این جی اوز/ سی بی اوز اور سرکاری شعبے کے درمیان زیادہ رابطہ ہونا چاہئے یا بہتر یہ ہوگا کہ ان دونوں شعبوں کا کام الگ الگ کردیا جائے۔ اس سلسلے میں آپ کی رائے اور تجاویز کیا ہیں؟

○ این جی او آرسی نے اپنے مینڈیٹ کے ایک حصے کے طور پر اور استعداد بڑھانے والے اقدام کے طور پر ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ حکومت اور این جی اوز کے درمیان مضبوط اشتراک وتعاون ہونا چاہئے۔ حکومت اور این جی اوز کے درمیان تعاون' نہ صرف ترقیاتی سرگرمیاں شروع کرنے کے لئے بہت ضروری ہے بلکہ انہیں جاری اور برقرار رکھنے کے لئے بھی۔ یہ مقصد سی بی اوز کو مستحکم کرنے کے عمل کے بارے میں معلومات حاصل کرکے اور خصوصاً" درمیانی سطح کی ایسی منتخب این جی اوز کے ساتھ اشتراک کار کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے جو صوبائی سطح پر سی بی این جی اوز اور سوشل ویلفیئر ڈپارٹمنٹ کو فنی اور مالی امداد فراہم کرتی ہیں۔

این جی او آرسی خود سی بی این جی اوز کے درمیان نیٹ ورکنگ اور سی بی این جی اوز اور درمیانی سطح کی این جی اوز' حکومت اور عطیات دینے والوں کے درمیان روابط کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس طرح مدد کرنے والی این جی اوز کی ایک برادری کی تشکیل میں مدد دیتا ہے کیونکہ اس سے یکساں نوعیت کا کام کرنے والی دوسری تنظیموں کے بارے میں آگہی بڑھتی ہے۔ اس سے ایسی تنظیموں کے درمیان رابطہ بڑھتا ہے جن کے درمیان فنی مہارت اور تجربات کا تبادلہ ہوسکتا ہے اور حکومت' عطیات دینے والوں اور سی بی این جی اوز کے درمیان پارٹنرشپ کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ سی بی این جی اوز' متعلقہ محکموں کے حکام اور ان کے طریق کار سے واقفیت حاصل کرتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی متعلقہ سرکاری حکام منظم کمیونٹیز کی اہمیت اور قدروقیمت کو تسلیم کرنے لگتے ہیں' بدقسمتی سے ایسے پل تعمیر کرنے کی پہل صرف کمیونیٹیز تک محدود ہے۔ ہم اس وقت کا انتظار کررہے ہیں جب سرکاری محکمے بھی ایسے روابط قائم کرنے کے لئے عزم اور پہل کاری کا مظاہرہ کریں گے۔

☆ خدمات عامہ مثلاً" پانی' سیوریج اور سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کی پرائیویٹائزیشن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

○ مجھے پرائیویٹائزیشن سے کوئی اختلاف نہیں ہے بشرطیکہ یہ مناسب طور پر کی جائے۔ تاہم پرائیویٹائزیشن سے یہ نہیں ہونا چاہئے کہ کچھ لوگوں کو معقول قیمتوں پر معیاری خدمات فراہم کئے بغیر ہی مزید دولت مل جائے۔

☆ آخر میں آپ کے خیال میں ایک عام شہری کس طرح زیادہ بہتر طور پر اپنے شہری شعور کا مظاہر کرسکتا ہے؟

○ رضاکارانہ کام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ بدقسمتی سے یہ زیادہ نظر نہیں آتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ این جی اوز انسانی وسائل کو "شہری" جیسی تنظیموں میں کام کرنے کے لئے تحریک دیں۔ یعنی رضاکارانہ خدمات پیشہ ورانہ انداز میں' وقت کی اہم ضرورت ہے۔

تجزیہ

علی ارسلان اور محمد نعمان

کیا کورنگی لانڈھی ویسٹ واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹ قابل عمل ہے؟

منصوبے کا بڑا مسئلہ اسے موجودہ سیوریج سے ملانا اور صفائی کے نظام کے ساتھ مربوط کرنے میں ناکامی ہے

منصوبے کا مختصر احوال یہ ہے کہ اس [illegible] ملین ڈالرز لاگت آئے گی جس کے لئے ایشیائی ترقیاتی بینک حکومت پاکستان کو ۷۰ ملین ڈالر قرضہ دے گا۔ یہ قرضہ حکومت سندھ کو دیا جائے گا اور اسے کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ استعمال کرے گا۔ معاہدے کے تحت حکومت سندھ کو اس قرضے اور سود کی کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کی آئندہ آمدنی کے ذریعے ادائیگی کو یقینی بنانا ہوگا۔

حکومت سندھ اور کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ ۲۵ ملین ڈالرز فراہم کریں گے جبکہ بقیہ پانچ ملین ڈالرز اس منصوبے سے استفادہ کرنے والے براہ راست مہیا کریں گے۔ منصوبے کی تجویز کے مطابق عمل پر عملدرآمد ۱۹۹۸ء میں شروع ہوگا اور ۲۰۰۳ء تک اسے مکمل کرلیا جائے گا۔

پراجیکٹ کے قرضے میں مندرجہ ذیل اجزا شامل ہیں۔

○ کورنگی میں غلیظ پانی کے صفائی کی پلانٹ اور متعلقہ نالوں کی تعمیر اور توسیع

○ ان تعمیراتی کاموں کے لئے مشاورتی خدمات کے ڈبلیو ایس بی کی استعداد' ویسٹ واٹر مینجمنٹ ماسٹر پلان' نجی شعبے کی شراکت کے لئے ریگولیٹری ڈھانچے اور منصوبے پر عملدرآمد۔

دریں اثناء حکومت سندھ ۱۹۹۸ء کے وسط تک کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کے پورے آبی اور سیوریج نظام کو نجی شعبے کی طویل المیعاد ٹھیکے پر دینے کی تیاریاں کررہی ہے۔ اس ضمن میں مختلف پیش کشوں کا پہلے ہی جائزہ لیا جارہا ہے۔ واضح رہے کہ

○ پرائیویٹائزیشن کا دفاع اس لئے کیا جارہا ہے کہ وسائل نہیں ہیں اور انتظام چلانے میں ناکامی ہوئی ہے۔

○ ٹھیکہ حاصل کرنے والوں کو تمام آپریشن' آمدنی اور سرمایہ کاری پر مکمل کنٹرول ہوگا۔

○ ٹھیکیدار کے کام شروع کرنے سے قبل کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ نے جتنے قرضے لئے ہیں یا اس کے نام سے جو قرضے لئے گئے ہیں ان سب کی ادائیگی ٹھیکیدار کے بجائے حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔

معتبر ذرائع کے مطابق بینک کو پرائیویٹائزیشن کی ان تجاویز پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ بورڈ کے مینجنگ ڈائریکٹر نے حال ہی میں سندھ ہائی کورٹ کو بتایا ہے کہ بینک نے اس کی منظوری دے دی ہے۔ لہٰذا اس پراجیکٹ پر ہمارے اعتراضات یہ ہیں

○ سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر اس میں واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کی پرائیویٹائزیشن کو نظرانداز کردیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ

○ انتظامی ناکامی کے باوجود کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کو ایک اور بڑا منصوبہ سونپا جارہا ہے۔

○ ایشیائی ترقیاتی بینک کے قرضے کا تمام بوجھ نجی ٹھیکیدار کے بجائے ٹیکس دہندگان پر ڈال دیا گیا ہے حالانکہ اس قرضے سے بورڈ کی پرائیویٹائزیشن کے بعد اثاثے بنیں گے۔

○ سیوریج کے منصوبوں کی پلاننگ اور عملدرآمد کے لئے بورڈ کی استعداد بڑھانے کے لئے کی جانے والی تمام سرمایہ کاری غیر متعلق اور بے معنی ہے کیونکہ آئندہ تمام سرمایہ کاری نجی ٹھیکیدار کی ذمہ داری ہوگی اور بورڈ کا عملہ یا تو برطرف کردیا جائے گا یا نجی ٹھیکیدار کو منتقل ہوجائے گا۔

○ ریگولیشن کے لئے بورڈ کی استعداد پیدا کرنا بھی غیر متعلق ہے کیونکہ ریگولیٹری سسٹم بنانا اور اسے چلانا بورڈ کی نہیں بلکہ حکومت سندھ کی ذمہ داری ہوگی اور پھر معاہدے کے تحت بینک پیری بس اور ہال کرو کنسورشیم کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ

ہمارا   اس منصوبے کا یہ جائزہ منصوبے کے خلاصے' کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کی مطمع نظر' عارف حسن اور فرحان انور کے جوابات' ہیرالڈ' میں اظہر عباس اور ڈان میں فرحان انور کے مضامین اور ان کے جواب میں نیے والے خطوط اور ساتھیوں کے ساتھ گفتگو پر مبنی ہے۔ ہماری موجودہ معلومات کی بنیاد پر ایشیائی ترقیاتی بینک کے سرمائے سے شروع ہونے والا یہ منصوبہ کئی وجوہ کی بناء پر ابتداء ہی سے غلط معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا شہریوں کو اس پر بھرپور اعتراض کرنا چاہئے۔

ابھی تک یہ ثابت نہیں کیا جاسکا کہ سو ملین ڈالرز کی سرمایہ کاری کا معاشی اور سماجی جواز کیا ہے

ریگولیٹری ڈھانچے کی منصوبہ بندی کریں۔

- ۱۹۹۸ء کے وسط سے جو نجی ٹھیکہ دار واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کی جگہ لے گا اس کے بعد تمام مشاورتی خدمات مسائل پیدا کرنے کا باعث بنیں گی۔

اس منصوبے کا دوسرا بڑا مسئلہ اس کو موجودہ سیوریج سے ملانا اور صفائی کے نظام کے ساتھ احتیاط سے مربوط کرنے میں ناکامی ہے اور اس کو پاکستان ٹینریز ایسوسی ایشن کے مجوزہ ویسٹ واٹر ٹریٹ منٹ پلانٹ سے بھی مربوط نہیں کیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ

- سیوریج سسٹم کی بحالی کا کام ناکامی سے دوچار ہوگا اور تبدیلی پر غیر ضروری لاگت آئے گی۔
- سیوریج کے بہاؤ کا رخ تبدیل کرنے میں ناکامی کا امکان ہے ایسی صورت میں یہ پلانٹ خالی پڑا رہے گا۔
- پی ٹی اے کے پانی کی صفائی کے پلانٹ کو معقول مقدار میں گندہ پانی نہیں مل سکے گا۔ لہٰذا پلانٹ اپنی پوری استعداد کے مطابق کام نہ کرسکے گا۔

تیسرا مسئلہ ناکافی دستاویزات کا ہے۔

- ابھی تک یہ ثابت نہیں کیا جاسکا ہے کہ سو ملین ڈالرز کی سرمایہ کار کا معاشی اور سماجی جواز کیا ہے۔ کیا اس منصوبے کو مختلف انداز میں عملی جامہ پہنایا جاسکتا ہے یا اس کا کوئی زیادہ ترجیحی متبادل ہوسکتا ہے یا پھر اس سلسلے میں کچھ بھی نہ کیا جائے۔
- یہ بھی واضح نہیں ہے کہ آیا حکومت سندھ کے پاس آئندہ اتنی استعداد ہوگی کہ وہ اس قرضے کو اپنی سماجی شعبے کی دوسری ذمہ داریوں پر اثر انداز ہوئے بغیر ادا کرسکے گی جبکہ اسے ایس اے پی پی۔II جیسے منصوبے کے لئے چالیس ارب روپے ادا کرنے ہیں۔

اور آخر میں اس امر کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ ایشیائی ترقیاتی بینک یا کے ڈبلیو ایس بی نے کورنگی ' لانڈھی کے عوام کے ساتھ کوئی کھلی ' وسیع اور ٹھوس بنیاد پر مشاورت کی ہو۔ بلدیہ کا منصوبہ غیر ملکی امداد کی بڑے پیمانے پر لوٹ مار کی کھلی مثال ہے۔ جہاں سیوریج سروس کو بہتر بنانے کا منصوبہ مقامی باشندوں کے صلاح مشورے اور انہیں مطلع کئے بغیر بنایا گیا اور اسے عملی جامہ پہنایا گیا۔ اس سبق کو نظرانداز کرکے اس روش کو جاری رکھنا افسوس ناک ہوگا۔

لہٰذا اتحاد کو ایشیائی ترقیاتی بینک سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ

- پراجیکٹ پر جامع طور پر نظرثانی کرے۔
- اس دوران اس پراجیکٹ کو ایشیائی ترقیاتی بینک کے بورڈ کے سامنے پیش نہ کیا جائے اور اگر کردیا گیا ہو تو اسے فوری طور پر واپس لیا جائے۔
- اگر بورڈ نے منظوری دے دی ہو تو اس بات کی یقین دہانی کرائی جائے کہ عملدرآمد کے سلسلے میں اس وقت تک کوئی مزید کارروائی نہیں ہوگی جب تک شکایات اطمینان بخش طور پر دور نہیں کردی جائیں۔

(علی ارسلان اور محمد نعمان کریڈ الائنس کے ارکان ہیں)

عظیم تر کراچی سیوریج پلان کا جائزہ

ایشیائی ترقیاتی بینک کی امداد سے تعمیر کئے جانے والے کے ڈبلیو ایس بی کے عظیم تر کراچی سیوریج پلان کے بارے میں کمنٹس وزیر بلدیات و کچی آبادی کو پیش کئے جاچکے ہیں۔ منصوبے کے چند پہلو یہ ہیں۔

۱) اس میں کراچی کے موجودہ جاری نظام کو نظرانداز کردیا گیا ہے۔

۲) اس میں اوپر سے ایک نیا نظام مسلط کردیا گیا ہے جس کے لئے پورے کراچی شہر میں ازسرنو بڑے پیمانے پر کام کرنے کی ضرورت ہوگی۔

۳) اس سسٹم کو کارآمد بنانے کی لاگت اسے تعمیر کرنے کی لاگت سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔

مذکورہ بالا حقائق کی وضاحت ان تفصیلی دستاویزات سے بخوبی ہوسکتی ہے جو اس سہ ماہی میں پیش کی گئی ہیں۔

۱) کے ایم سی 'اے ڈی بی اور کے ڈبلیو ایس بی 'اے ڈی بی پراجیکٹ جو پہلے ہی بلدیہ میں مکمل کیا جاچکا ہے۔

۲) کورنگی میں موجودہ سیوریج ڈسپوزل سسٹم (کے ڈبلیو ایس بی 'اے ڈی بی کا مستقبل کا منصوبہ) کے ایم سی' کے ڈبلیو ایس بی اور اے ڈی بی کا بلدیہ میں جو منصوبہ حال ہی میں مکمل کیا گیا ہے۔ اس میں ٹرنک سیور بمشکل علاقے کا دس فیصد سیوریج کا پانی اٹھاتے ہیں باقی ماندہ تمام گندہ پانی پرانے سسٹم کے تحت قدرتی نالوں میں جاتا ہے۔ کئی جگہوں پر لوگوں نے مین ہول مٹی سے بھردیئے ہیں کیونکہ یہ بہت گہرے ہیں اور ان کی ضرورت بھی نہیں اور یہ لوگوں کے لئے موت کا جال بن گئے تھے۔ تین بچے ان کھلے مین ہولز میں گر کر پہلے ہی جاں بحق ہوچکے ہیں۔

اس سہ ماہی کے دوران اورنگی پائلٹ پراجیکٹ' آر ٹی آئی کو غیر ملکی امداد سے چلنے والے پراجیکٹس کے ارکان کی وزیر بلدیات کے ساتھ میٹنگ میں مدعو کیا گیا تھا۔ اس اجلاس میں سیوریج پلان پر بھی بحث کی گئی۔ عظیم تر کراچی سیوریج پلان کے تفصیلی جائزہ لینے کے لئے وزیر بلدیات نے ایک کمیٹی مقرر کی جس کی ایک رکن او پی پی' آر ٹی آئی بھی ہے۔ جائزہ کمیٹی کے دو اجلاس ہوچکے ہیں۔ اے ڈی بی اور کے ڈبلیو ایس بی کے حکام کے ساتھ ایک اور میٹنگ ہوئی جس میں او پی پی' آر ٹی آئی نے کورنگی میں اے ڈی پی' کے ڈبلیو ایس بی کے سیوریج پلان کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا۔ (مرتب کردہ اورنگی پائلٹ پراجیکٹ)

پاکستان کا ساحلی نظام حیات عدم توازن کا شکار

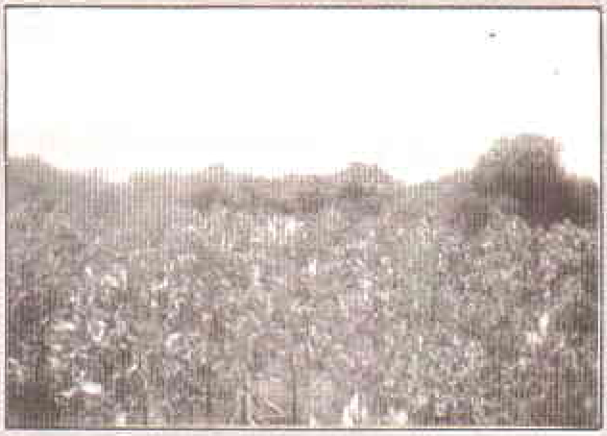

سمندری پانی کے کھارے پن میں اضافے کی وجہ سے کھاڑیوں میں ساحلی جنگلات کم ہوتے جارہے ہیں' صورتحال اس لئے بھی سنگین ہو گئی ہے کہ ساحل کے درخت اندھا دھند کاٹ کر انہیں چارے اور ایندھن کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے

ڈاکٹر مرزا ارشد علی بیگ

ساحلی خطے میں ڈیلٹا کا علاقہ' ترقیاتی سرگرمیوں اور ماحولیاتی انحطاط کے باعث کمزور اور خطرے سے دوچار ہوگیا ہے کیونکہ کوٹری سے نیچے دریا میں پانی کا بہاؤ کم ہوگیا ہے۔ پورے ملک میں صنعتوں کا استعمال شدہ پانی دریا میں بہادیا جاتا ہے جس کی مقدار 13 ملین ٹن سالانہ سے زائد ہے۔ یہ آلودہ پانی آب پاشی کے پانی کے ساتھ ملکر کھیتوں تک پہنچتا ہے لیکن اس کی کم ازکم ایک تہائی مقدار سیلابی پانی کے ساتھ ملکر ساحلی علاقوں تک پہنچتی ہے۔

دریائے سندھ کے ڈیلٹا کا نظام حیات

بیراجوں اور ڈیمز کی تعمیر کی وجہ سے دریا کے ڈیلٹا اور کھاڑیوں تک پہنچنے والے پانی میں مٹی کی مقدار کم ہونے کے باعث' انڈس ڈیلٹا کے علاقے میں ساحلی جنگلات کو نقصان پہنچ رہا ہے اور خطے کا نظام حیات متاثر ہو رہا ہے۔

اگرچہ اس بات پر تشویش کا اظہار کیا جاتا ہے کہ سمندری پانی کے کھارے پن میں اضافے کی وجہ سے کھاڑیوں میں ساحلی جنگلات کم ہوتے جارہے ہیں کیونکہ دریا میں تازہ پانی کی مقدار کم ہوگئی ہے لیکن مشاہدے سے صورت حال اس کے برعکس معلوم ہوتی ہے کیونکہ آب پاشی نہروں سے دریا میں تازہ پانی کی خاصی مقدار بہہ کر آتی ہے جس کی وجہ سے گولو اور گھارو کریک میں خشک سالی کے زمانے میں بھی دلدلی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور یہ سمندری پانی کے کھاری اثرات کو کم کرتی رہتی ہیں۔ یہی صورت حال دوسری کھاڑیوں میں بھی ہوتی ہے جہاں آب پاشی کی نہروں کا اختتام ہوتا ہے۔

یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ دریا کی شاخوں اور آب پاشی نظام کی نہریں جن کا اختتام ساحلی علاقوں پر ہوتا ہے ان کے پانی میں زرخیز اور باریک مٹی کے ذرات نہیں ہوتے جس کی بڑی وجہ اوپر ڈیمز کی تعمیر ہے۔ مٹی کم ہونے سے کٹاؤ بڑھتا ہے اور اسی وجہ سے ڈیلٹا کے ساحلی نظام حیات میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے۔ مینگرو و جنگلات کے دوام کا دارومدار اس پر ہوتا ہے کہ کیچڑ والے ہموار میدان برقرار رہیں جبکہ خود ان کا انحصار مٹی ملے ہوئے پانی کی دستیابی پر ہوتا ہے۔ یہ مٹی کے ذرات ساحلی نباتات کی پنسل نما جڑوں کی وجہ سے جمع ہوتے ہیں۔ اگر یہ جڑیں نہ ہوں تو پھر کٹاؤ کا عمل تیز ہوجاتا ہے اور کیچڑ کا ہموار میدان غائب ہونے لگتا ہے۔

ساحلی جنگلات کے نظام میں عدم توازن اس لئے بھی اور سنگین ہوگیا ہے کہ ساحل کے درخت اندھا دھند کاٹ کر انہیں چارے اور ایندھن کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اونٹ اس کے پتے چبالیتے ہیں جبکہ شاخوں اور تنے کو کاٹ کر ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ عام مشاہدے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونٹوں اور ایندھن کے لئے درخت کاٹنے کے مشترکہ عمل کے نتیجے میں ڈیلٹا اور کھاڑیوں میں وسیع علاقے جنگلوں سے خالی ہوگئے ہیں۔ اس کی وجہ سے کیچڑ کے تختوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

ڈیلٹا کے علاقے میں نظام حیات میں ایک اور گڑبڑ ماہی گیری کے وسائل کو زیادہ مچھلیاں پکڑنے کی وجہ سے نقصان پہنچنے کی صورت میں ہوئی ہے۔ دریا میں کئی قیمتی مچھلیوں مثلاً پلہ' بارہ منڈی وغیرہ کی تعداد کم ہوگئی ہے جو کہ ڈیلٹا کے علاقے میں پائی جاتی تھیں۔ سیلابی پانی کو ذخیرہ کرنے کے لئے جو ڈیمز بنائے گئے ہیں توقع ہے کہ ان سے تلافی کے اقدامات ہوسکتے ہیں کہ آب پاشی کے لئے تازہ پانی

بھی فراہم ہو اور ساحلی علاقوں میں ماہی گیری کے وسائل بھی برقرار رہیں۔

کراچی کے ساحلوں کا ماحولیاتی نظام

کراچی کے ساحل اور بندرگاہ میں زمین سے پیدا ہونے والی آلودگی کا سب سے بڑا سبب میونسپل اور صنعتی علاقوں کا گندہ پانی لیاری اور ملیرندی میں بہادینا ہے۔ لیاری ندی کے دہانے پر منوڑہ چینل، ملیرندی کے دہانے پر منوڑہ چینل اور گزری کریک کے درمیان ساحلی تین ایسے علاقے ہیں جہاں سب سے زیادہ زمینی آلودگی آتی ہے اور جہاں نظام حیات بری طرح متاثر ہوا ہے۔

منوڑہ چینل مین بندرگاہ کا کام دیتا ہے۔ اسی میں نیول ڈاک یارڈ، شپ یارڈ اور فش ہاربر واقع ہیں اس کے مغربی اور مشرقی بیک واٹرز میں وسیع رقبے پر کیچڑ کے تختوں اور ساحلی جنگلات تھے۔ سائٹ کے صنعتی علاقے اور شمالی اور وسطی اضلاع کے میونسپل گندے پانی کو لیاری ندی میں بہادینے کی وجہ سے اب یہ ندی ایک کھلے نالے کی شکل اختیار کرگئی ہے۔ جس کا منفی اثر بندرگاہ، مچھلی بندر اور ملحقہ ساحلوں پر پڑرہا ہے۔

گزری کریک میں ملیرندی کے ذریعے آنے والے میونسپل اور صنعتوں کے گندے پانی کے علاوہ کئی صنعتوں جن میں ٹیکسٹائل ملز، ٹینریاں اور بجلی گھر شامل ہیں کا گندہ پانی بھی سمندر میں بہایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کریک کے ماحول پر شدید منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

منوڑہ چینل اور گزری کریک کے درمیان ساحلی علاقے میں ضلع جنوبی کا گندہ پانی کسی ٹریٹ منٹ کے بغیر بہادیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے چائنا کریک، مچھر اور بندرگاہ کے علاقے میں ماحولیاتی ابتری پیدا ہو رہی ہے۔

کراچی کے ساحلی ماحول کا انحطاط ۲۵۰ ملین گیلن یومیہ گندے پانی کو سمندر میں بہادینے کی وجہ سے ہے۔ جس میں خام سیوریج واٹر بھی شامل ہوتا ہے اور صنعتی اداروں کا استعمال شدہ پانی بھی۔ توقع ہے کہ صنعتیں اور شہری ادارے اپنے گندے پانی کے ٹریٹ منٹ کا سلسلہ

باقی صفحہ ۲۲ پر

سیٹلائٹ انفارمیشن سینٹر لیاری

سیٹلائٹ انفارمیشن سینٹر (ایس آئی سی) والنٹری آرگنائزیشن اینڈ انسٹی ٹیوٹ آف کمیونٹی ایجوکیشن (VOICE) کا ایک پراجیکٹ ہے۔ یہ ایک کمیونٹی پر مبنی تنظیم ہے جو سنگھ لین لیاری کے علاقے میں سرگرم عمل ہے۔ این جی او ریسورس سینٹر VOICE کو ۱۹۹۷ء سے اس کی ترقیاتی سرگرمیوں میں امداد فراہم کررہا ہے۔

۱۹۹۵ء میں وائس نے ۵۷ء۵ ملین روپے کی ایک پراجیکٹ تجویز این جی او آرسی کے تعاون سے تیار کی اور فروری ۱۹۹۸ء میں اسے فنڈز کی فراہمی کے لئے دی ایشیا فاؤنڈیشن کو پیش کیا اس منصوبے کے تحت ایک انفارمیشن سینٹر قائم کرنا تجویز کیا گیا تھا جو جدید ترین مواصلاتی سہولتوں سے لیس ہوگا تاکہ کمیونٹی تنظیمیں، رضاکار اور لیاری کے غیرروایتی گروپ، اطلاعات و معلومات تک رسائی حاصل کرسکیں، سی بی اوز کو مربوط بھی کیا جاسکے اور انہیں سرکاری اداروں کے ساتھ یکجا کیا جاسکے اور سی بی اوز کے ارکان کو تربیت دی جاسکے۔ یہ تجویز منظور کرلی گئی اور تین سال کی مدت (۹۸-۱۹۹۶ء) کے لئے دی ایشیا فاؤنڈیشن نے اپریل ۱۹۹۶ء میں گرانٹ کی منظوری دے دی۔

وائس نے انفارمیشن سینٹر کا انتظام چلانے کے لئے ایک سات رکنی انتظامی کمیٹی تشکیل دی۔ این جی او آرسی کے انفارمیشن سروس یونٹ کے مشورے سے وائس نے ہارڈویئر، کمپیوٹر، پرنٹر، فیکس مشین، فوٹو کاپیئر وغیرہ خریدا اور ایک چھوٹی سی جگہ کی ڈیزائننگ کرکے اسے فرنش کیا، انٹرنیٹ سروس حاصل کی فیلڈ کوآرڈی نیٹرز کی خدمات حاصل کیں اور اپنی سرگرمیوں کا آغاز کردیا۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں این جی او آرسی کے اشتراک وتعاون سے ایس آئی سی نے ایک تین روزہ تربیتی ورکشاپ منعقد کیا جس میں این جی او کے انتظام، نیٹ ورکنگ اور دستاویزات کی تیاری کی تربیت دی گئی، لیاری کی ۱۳ سی بی این جی اوز کے ۳۸ ارکان نے ورکشاپ میں شرکت کی۔

ڈیسک ٹاپ پبلشنگ کی مطلوبہ سہولتیں دستیاب ہونے پر ایس آئی سی نے ایک سہ ماہی اردو نیوز لیٹر، معلومات نامہ جاری کیا۔ این جی او آرسی کے پبلی کیشن اینڈ کمیونی کیشن یونٹ نے ایس آئی سی کے اداراتی عملے کو نیوزلیٹر کی ڈیزائننگ اور تیاری میں مدد دی۔ ایس آئی سی باقاعدگی کے ساتھ تعارفی سیمینار منعقد کرتا ہے جن میں شہر کی این جی اوز کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے کام کے بارے میں اظہار خیال کریں۔ ایس آئی سی کو تین فل ٹائم تنخواہ دار ملازمین اور وائس کے رضاکاروں کی ایک ٹیم چلاتی ہے جن میں منیجنگ کمیٹی کے آٹھ ارکان بھی شامل ہیں۔

آج سیٹلائٹ انفارمیشن سینٹر ایک لائبریری اور ٹریننگ روم سے بھی لیس ہے اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک منفرد اور لیاری کا پہلا ریسورس سینٹر ہے۔ سینٹر کا مقصد لیاری کی کمیونٹی تنظیموں کی مدد کرنا اور ان کو خودکفیل اور پائیدار بنانے میں مدد دینا اور علاقے میں عوام کی شرکت سے ترقی کو فروغ دینا ہے۔

شہری برائے بہتر ماحول کے زیر اہتمام انگریزی اور اردو میں سہ ماہی نیوز لیٹرز باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوتے ہیں، اس کے علاوہ گزشتہ برس کے دوران کچھ تحقیقاتی منصوبوں پر بھی کام کیا گیا جس کے نتیجے میں حقائق پر مبنی قابل اعتماد دستاویزات شائع کی جاچکی ہیں

شہری مطبوعات

شہری گائیڈ بک برائے کراچی کی بہتر دیکھ بھال

اس گائیڈ بک میں عام شہریوں اور شہر کے انتظامی اداروں کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا ہے اور ان پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ شہر کا ایک پروفائل تیار کیا گیا ہے جس میں شہر کے مختلف اضلاع کی آبادی شرح افزائش، محل وقوع اور معاشی اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔

شہری اداروں کے ڈی اے، کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ، کے ایم سی، کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی وغیرہ کے فرائض اور دائرہ کار پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اس جائزے کی بنیاد پر کراچی شہر کے انتظام اور حکومت میں ناکامی کے اسباب اور ان مسائل کے حل بھی پیش کئے گئے ہیں۔

کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کے ایک خصوصی معاملے کا مطالعہ اور خود شہری کے اس سلسلے میں تجربات سے شہریوں اور شہری اداروں کے درمیان باہمی تعامل کے طریقوں کے بارے میں بعض رہنما خطوط بھی دیئے گئے ہیں۔

پی ای سی ایچ ایس بلاک 2 میں رہائشی زمین کے استعمال میں تبدیلی کا ماحولیاتی جائزہ

شہری ترقی ایک مسحور کن چیز ہے۔ بڑے بڑے شہری مراکز قوت کے ایسے مراکز ہوتے ہیں جو قومی ترقی کو کنٹرول کرتے ہیں اور ان کی مسلسل حرکت پزیری میں کسی ملک کی طاقت، کمزوری، امیدوں اور امنگوں کا پیمانہ ہوتی ہے۔ خود شہروں کی دوامی افزائش اور ان فرائض اور خدمات کی غرض سے جو بڑے شہروں کے لئے مخصوص ہوتی ہیں، اراضی مختص کی جاتی ہے جو لینڈ یوز ریجن کہلاتے ہیں۔

ترقی پذیر دنیا میں یہ عمومی رواج ہے کہ آبادی کے بڑھتے ہوئے بوجھ کے تقاضوں کے پیش نظر استعمال اراضی کی حیثیت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ کم آبادی والی بستیاں گنجان آباد بستیوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں اور کھلی جگہوں پر قبضہ ہوجاتا ہے۔ اس عمل کے دوران استعمال اراضی کے موجودہ قواعد و ضوابط کو یا نظرانداز

کردیا جاتا ہے یا انہیں تبدیل کردیا جاتا ہے۔

بہت سے لوگوں نے یہ بات محسوس کی ہے کہ اس طریق کار کے نتیجے میں مفاد عامہ کی خدمات جس پر پہلے ہی بہت بوجھ ہوتا ہے مزید دباؤ تلے آجاتی ہیں۔ نظام میں آئے دن کی ٹوٹ پھوٹ اور خرابی کی وجہ سے ماحولیاتی انحطاط اور بڑھ جاتا ہے۔

کراچی میں گزشتہ چند برسوں کے دوران استعمال اراضی کی تبدیلی میں نمایاں طور پر اضافہ ہوا ہے اور اس پر خاصی بحث ہوئی ہے کہ اس مسئلے سے کیسے نمٹا جائے، اس مسئلے پر این جی اوز، سرکاری افسران، سیاسی نمائندے سبھی اظہار خیال کررہے ہیں۔

تاہم عام لوگوں کے رجحان کی پیمائش کے لئے کچھ نہیں کیا گیا اور نہ ہی یہ جاننے کی کوشش کی گئی کہ عام آدمی شہر کے تیزی سے بدلتے ہوئے چہرے کے بارے میں کیا سوچتا ہے۔ اس منصوبے میں رائے عامہ کو دستاویزی شکل دینے کی کوشش کی گئی ہے خصوصاً" اس حوالے سے کہ رہائشی استعمال اراضی میں تبدیلی کے کیا ماحولیاتی، سماجی، ثقافتی اور معاشی اثرات شہریوں کے طرز زندگی پر مرتب ہوئے ہیں۔

توقع ہے کہ اس منصوبے کی تحقیق سے شہری منصوبہ بندی کرنے والوں، شہریوں کے گروپوں اور شہری ترقی سے متعلق دوسرے اداروں کو قابل قدر رہنما خطوط دستیاب ہوں گے کیونکہ شہری منصوبہ بندی کی مشق کا بنیادی مقصد تو مفاد عامہ کا تحفظ ہی ہے۔

کراچی شہر میں اراضی کے قانونی اور غیر قانونی استعمال کی کیفیت

کراچی کے مستقبل کی منصوبہ بندی میں ایک بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ صحیح طور پر کسی کو نہیں معلوم کہ شہر کے مختلف حصوں میں استعمال اراضی کی موجودہ صورت حال کیا ہے۔ کھلی جگہوں پر ناجائز قبضہ کرلیا گیا ہے۔ کم آبادی والی بستیوں کو گنجان آبادیوں میں تبدیل کردیا گیا ہے اور جو علاقے کبھی خالصتاً" رہائشی علاقے

ہوا کرتے تھے اب کمرشل ایریا بنتے جا رہے ہیں۔

شہری نے اس اہم معاملے میں بھی پہل کی ہے اور ایک جامع اور تفصیلی "ڈیٹا بینک" تیار کیا ہے جس میں موجودہ استعمال اراضی کی صورت حال کو پلاٹ وار دستاویزی شکل دی گئی ہے۔ استعمال اراضی کی ہر قسم کی خلاف ورزیوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور مختلف استعمالات اراضی کی الگ الگ فہرستیں تیار کی گئی ہیں۔ اس منصوبے کی سب سے اہم کامیابی یہ ہے کہ یہ آئندہ تفصیلی جائزوں کے لئے ایک ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تمام معلومات لیزر ڈسک پر بھی دستیاب ہیں۔

ٹھوس کچرے کے انتظام کے لئے شہری کی گائیڈ

عالمی سطح پر ماحولیاتی انحطاط کے خلاف جنگ جاری ہے اور اب تمام متعلقہ لوگ یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ رائے عامہ کو تحریک دے کر زیادہ فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں کیونکہ اب عوام کے کردار کو سب سے اہم سمجھا جانے لگا ہے تاہم باشعور اور تعلیم یافتہ لوگ ہی تحفظ ماحول کے پروگراموں میں اپنا حقیقی کردار ادا کرسکتے ہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں معاشرے کے تمام طبقات میں ایسا شعور پیدا کرنے کے لئے بہت کم اقدامات کئے گئے ہیں۔ یہ دستاویز ٹھوس کچرے کے انتظام کے اہم موضوع پر عوام میں شعور پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اگر اس سے مناسب طور پر نہ نمٹا جائے تو یہ معاشرے کے معیار حیات، صحت اور ذہنی بہبود کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ توقع ہے کہ یہ دستاویز عام شہریوں کو اس مسئلے اور اس کے مضمرات کو اچھی طرح سمجھنے میں پوری مدد دے گی۔

شہری فوٹو البم

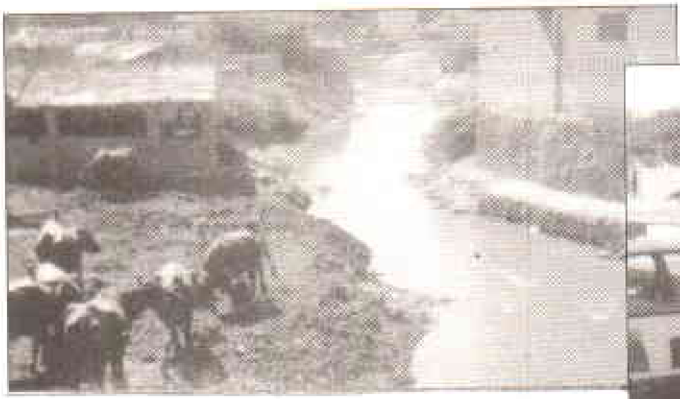

ماحولیاتی ثقافت کے کنارے

تجاوز ہٹایا جانے والی ہاؤسنگ اسکیم

گھر کے اندر صفائی' باہر غلاظت

مفت کے اشتہار

ش۔فرخ

موٹروے سے فیضیابی

طعام و قیام کی سہولتوں کے لئے بلڈوزر چل رہے ہیں

اب کے ایک کام سے لاہور جانا ہوا تو یہ ارادہ کیا کہ لاہور سے اسلام آباد "سڑکو سڑک" جایا جائے تاکہ موٹروے سے فیض یاب ہو سکیں۔

جب ہم اپنا ساز و سامان بمعہ کلچرل ڈیویلپمنٹ کی ورکشاپ کے اختتام پر جمع ہونے والے مقالوں کا پلندہ اور آئندہ برسوں میں پاکستانی ثقافت کو فروغ دینے کے لئے متفقہ طور پر پیش کی گئی سفارشات کی ایک طویل فہرست کو سینے سے لگائے موٹروے کی جانب روانہ ہونے لگے تو کچھ اس قسم کی ہدایات مل رہی تھیں۔

موٹروے کے لئے بند روڈ کی طرف سے بالکل نہ جانا۔ ورنہ کئی گھنٹوں تک ادھر ہی پھنسے رہو گے۔ اور سنو گاڑی کا تیل پانی چیک کر لینا۔ اسٹپنی کی ہوا بھی چیک کر لینا اور دیکھو تم لوگ بھی اب چلنے کی کرو۔ باقی باتیں بعد میں۔ بہتر ہے دن کی روشنی میں اسلام آباد پہنچ جاؤ۔

ارے بھئی آپ بھی کمال کرتے ہیں ایسے کہہ رہے ہیں کہ جیسے ہم لام پر جا رہے ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کانوں سے سنا کہ اپنی نوعیت کی ایشیا بھر میں پہلی موٹروے پر تمام جدید سہولتیں میسر ہیں۔

گاڑی چلنے لگی تو پھر ایک ممتا بھری آواز آئی۔ "تم لوگوں نے کھانے پینے کے لئے ساتھ میں رکھ لیا۔"

بس یہی تو مشکل ہے آپ لوگوں کے لئے تفن کیریئر سے نکلنا مشکل ہے۔ اول تو ہم دوپہر کے کھانے کے وقت تک اسلام آباد پہنچ جائیں گے ورنہ وہیں رک کر کچھ کھا لیں گے۔

میرے ذہن میں پیرس سے لندن' لندن سے ایڈنبرا جاتے ہوئے' نیو جرسی سے ٹورنٹو جاتے ہوئے' نیویارک سے سیکرامنٹو جاتے ہوئے برطانیہ' امریکہ کی موٹرویز کے سفر گھوم رہے تھے۔

میں لمحہ بھر کے لئے اپنی اس کبھی نہ سنی جانے والی منطق کو لاہور کی نہر میں پھینک آئی تھی کہ موٹرویز ضروری بنی چاہئیں لیکن اس وقت جب ہم اپنے شہروں کو ملانے والی چھوٹی سڑکیں' مرمت کر لیں۔ دیہاتوں کو شہروں سے ملانے والی سڑکیں بنا چکیں۔ جب شہروں کے اندر کی تمام سڑکیں ٹھیک ٹھاک کر چکیں۔ ہمیں بھی آگے بڑھنے کا حق ہے۔

نہر کے کنارے کنارے بڑھتے ہوئے ٹھوکر نیاز تک پہنچے تو میرے ہم سفر نے ڈرائیور کو گاڑی رائے ونڈ روڈ پر ڈالنے کا حکم دیا۔

پوچھا "کیا موٹروے کا ادھر سے ہی راستہ جاتا ہے؟"

"نہیں۔ اس سڑک کی آبادکاری بھی دیکھ لو۔"

"یہ دیکھو کھیت کھلیان۔ کیسے ہرے بھرے لگ رہے ہیں۔ وہ جو بہت دور تمہیں "واہی" کرنے والا نظر آ رہا ہے بس سمجھ لو اس غریب کسان کی قسمت جاگنے والی ہے کیونکہ اب ان زمینوں کی قیمتیں بہت چڑھ گئی ہیں۔

"یہ جو تمہیں سرخ اینٹوں کی دیواریں اور کنگوروں والی منڈیریں نظر آ رہی ہیں یہ ہمارے وزیراعظم نے خود کھڑے ہو کر بنوائی ہیں۔" پاکستان میں ٹورزم کو فروغ دیا جا رہا تھا۔

"تمہاری یہ مبالغہ آمیزی کیا ذرا کم نہیں ہو سکتی یہ تم اپنے وزیراعظم کی بات کر رہے ہو۔ وہ ہمارے وقت کے شیر شاہ سوری ہیں۔ ان کا ٹارگٹ ملک بھر میں موٹرویز کا جال بچھانا ہے۔ تم اس چھوٹی سی سڑک کے کنارے کنگوروں والی منڈیروں کی بات کر رہے ہو۔ مذاق نہ کرو۔

لیکن وہ مذاق نہیں کر رہا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے "خوش ذوق" وزیراعظم کو لاہور سے، رائے ونڈ جاتے ہوئے راستے میں "پاتھیوں" والی دیواریں اچھی نہیں لگتیں۔ اب دیکھو یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ہر بار روالتن سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے اپنے فارم ہاؤس جائیں۔ آخر کو وہ لاہور کے رہنے والے ہیں۔ اس کی سڑکوں گلیوں سے انہیں پیار ہے۔ فرض کرو ان کا کوئی دوست آئے۔ وہ لاہور کے پرل کانٹی نینٹل کے نئے ونگ میں رہ رہا ہو تو یہی کہے گا کہ پاکستان کس قدر شاندار ملک ہے۔ اگر اس نے رائے ونڈ کے فارم ہاؤس میں ویک اینڈ گزارنے کی فرمائش کر دی؟ چھی چھی... بڑی بری بات ہو گی کہ راستے میں... گائیں' بھینسوں کا..... اور وہ "کھوتے" ویری بیڈ۔ انہیں چھپاؤ۔ غلاظت کو بھی۔ غربت کو بھی۔ ان کے سامنے سرخ اینٹوں والی دیوار کھینچ دو کہ سب اچھا اچھا لگے۔

موٹروے۔ اکیسویں صدی میں داخل ہونے والا راستہ۔ گاڑی ایسے چل رہی تھی جیسے جھیل کے پانی پر موٹر بوٹ تیرتی جاتی ہے۔ اتوار کی صبح تھی۔ لگ رہا تھا کہ یہ سڑک صرف ہمارے لئے

بنائی گئی تھی اس پر کسی اور کو آنے کی اجازت نہ تھی۔

"کہاں گئیں وہ بسیں 'کوچیں 'منی بسیں؟"

وہ موٹروے پر نہیں چلتیں۔ اس لئے کہ انہیں جو سواریاں چھوٹے چھوٹے قصبوں سے ملتی ہیں وہی ان کا وسیلہ روزگار ہے۔

لیکن۔ ویک اینڈ۔ لاہور کے لوگ اسلام آباد اور اسلام آباد والے لاہور نہیں جاتے کیا۔ کیا تین ماہ میں موٹروے پر فراٹے بھرنے کا شوق ختم ہو گیا۔

"آتے ہیں۔ بس ۱۴ ہزار گاڑیاں ہیں جو لاہور سے اسلام آباد اور اسلام آباد سے لاہور آتی ہیں۔" میری معلومات میں اضافہ ہو رہا تھا۔

ایک بار ویک اینڈ پر نیویارک سے اٹلانٹک سٹی جا رہے تھے تو دور تک گاڑیوں کی قطار چیونٹیوں کی طرح رینگتی نظر آئی تھی لیکن ہماری موٹروے خالی ہے۔ دیکھو نا آخر تفریح بھی کوئی چیز۔

"فضول بات مت کرو۔ ہم غریب ملک کے لوگ ہیں۔" کھٹاک۔

اچھا۔ وہ جو بھینسوں نے سیمنٹ کے جنگلے توڑ دیئے تھے ان کا کیا ہوا۔

ذرا آگے جائیں گے تو تمہیں خود ہی نظر آجائے گا۔

اوہ اچھا۔ یہ تھے جنگلے جو بد تہذیب بھینسوں نے توڑ دیئے تھے۔"

لیکن کمال کی بھینس تھیں یہ جگہ تو ارد گرد کے کھیتوں کی سطح سے خاصی اونچی ہے۔ بھینس ضرور سیڑھی لگا کر چڑھی ہوں گی۔ لیکن یہ اچھا ہوا جو لوہے کے جال سے جنگلے بنا دیئے۔ یہ بہت مضبوط ہیں۔ انہیں بھینسوں کا باپ بھی نہیں توڑ سکتا۔ بڑا اچھا کیا جو اس باڑ کا ٹھیکہ دے دیا۔ جب یہ باڑ ٹوٹے گی تو اس سے اور مضبوط باڑ بنانے کے لئے ٹھیکہ دینا چاہئے۔ موٹروے کی مضبوطی اور تحفظ کا کام ہوتے رہنا چاہئے۔

واقعی! تم نے ٹھیک کہا تھا۔ تاحد نظر کھلا آسمان۔ جیسے اس نے ارضی حیات کو اپنی پناہ میں لے لیا ہو۔ نیلگوں فلک کے جلو میں تیرتی ہوئی اودی بدلیاں سورج کی تمازت کو بار بار کاٹ دیتی تھیں۔

بہت کمال کی بھینسیں تھیں جو سیڑھی لگا کر موٹروے تک پہنچ گئیں' موٹروے کی مضبوطی اور تحفظ کا کام ہوتے رہنا چاہئے

گندم کی فصل کے نرم نرم خوشوں کی ہریاں نظروں میں رچتی جا رہی تھیں۔

گاڑی موٹروے کے فاصلے تیزی سے طے کرتی جا رہی تھی۔ تین چار ماہ قبل کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ بڑی پر جوش۔ ولولہ انگیز دلپذیر آوازیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ بھول جائیں۔ یہ جو عدالتی قسم کی گڑبڑ ہو گئی ہے اس کی پرواہ نہ کریں۔ یہ محض وقتی پریشانی ہے موٹروے کی طرف دیکھیں یہ ہمیشہ رہنے والی ہے یہ عظیم الشان شاہراہ ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کرے گی۔ اس پر سفر کرنے والوں کو ہر طرح کی جدید سہولتیں مہیا کی گئی ہیں آج وزیراعظم نے اس شاہراہ کا دورہ کیا اور حادثے کی صورت حال سے نمٹنے کے لئے حفاظتی اقدامات اور طبی امداد کے مظاہرے کا معائنہ کیا۔

نئی نئی موٹروے کے قوانین دیہاتوں کی سمجھ سے بالاتر تھے۔ وہ لوگ موٹروے کے کنارے دیگیں لیکر آجاتے تھے۔ مسافر گاڑی روکتے اور کھانا کھانے لگتے۔ اس سے حادثات کا خدشہ تھا۔

بہت سخت انتظام ہے۔ قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں موقع پر ہی جرمانہ وصول کیا جاتا ہے "اچھا" ایک بار دو انگریز اسلام آباد سے لاہور جا رہے تھے۔ انہوں نے راستے میں گاڑی روکی اور رفع حاجت کے مرتکب ہوئے۔ موٹروے پولیس نے انہیں موقع پر ہی پکڑ لیا اور جرمانہ کیا۔

ہماری گاڑی اسلام آباد کی طرف رواں تھی۔ راستے میں ایک گاڑی رکی ہوئی تھی۔ بونٹ کھلا تھا۔ اس نے آگے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے مسافر سڑک کے کنارے بیٹھ گئے تھے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چند قدم کے فاصلے پر ٹیلی فون بوتھ تھا۔ انہوں نے فوری طور پر ہائی وے پولیس سے رابطہ قائم کیا اور شائیں شائیں کرتی ہوئی پولیس پہنچ گئی۔ گاڑی ٹوکی اور قریبی سروس اسٹیشن تک پہنچا دیا۔ ہم لوگ بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ ایئر کنڈیشنڈ فاسٹ فوڈ ریسٹوران سے کھانا خریدا۔ خودکار مشینوں سے اپنی اپنی پسند کی مشروب نکالی۔ ریسٹ روم اس قدر صاف ستھرے کہ جیسے کسی نے استعمال نہ کئے ہوں۔ ایئر فریشنر کی بھینی بھینی خوشبو۔ بس ایسے لگا جیسے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں ہوں۔ جن لوگوں کی موٹر خراب ہو گئی تھی انہوں نے ورکشاپ سے اسے ٹھیک کروایا اور وہ ہم سے پہلے اسلام آباد کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

سب سے اچھی بات یہ کہ لاہور سے اسلام آباد تک موٹروے کی بیرونی ڈھلوانوں پر دو رویہ شجر کاری کر دی گئی ہے۔ چند برسوں میں یہ ننھے منے پودے درخت بن جائیں گے تو کیا خوب نظارہ پیش کریں گے۔

سچ پوچھیں کہ کبھی کبھی جھوٹ بولنے میں بڑا مزا آتا ہے۔ سوائے فطری منظر کے باقی سب کچھ محض آئیڈیل ازم ہے۔ ایک یوٹوپیا کا تصور ہے۔ ایک سہانا خواب تھا جن کی تعبیر کی آرزو ہے۔

فی الحال تو صورت حال یہ ہے کہ لاہور سے چلو تو کلر کہار تک کوئی پیٹرول پمپ' کوئی ورکشاپ' کوئی ریسٹوران نہیں ہے۔ موٹروے کے کنارے سروسز یا طعام و قیام کے محض بورڈ لگے ہیں۔ راستے میں ہائی وے پولیس کی گاڑیاں اور موٹر سائیکل ضرور نظر آئے لیکن جو گاڑیاں راستے میں خراب ہو گئی تھیں وہ لوگ خود ہی اپنی گاڑیوں کے پلگ پوائنٹ چیک کر رہے تھے۔ کلر کہار کے قریب ایک پڑاؤ ضرور ہے جہاں پیٹرولیم پمپ اور ایک اسٹور ضرور ہے۔ لیکن پولیس ابھی تک رڈار سسٹم سے نابلد ہے۔ ٹیلی فون کی خاطر خواہ سہولت میسر نہیں ہے۔ کہا یہی جا رہا ہے کہ عنقریب مطلوبہ سہولتیں مہیا کر دی جائیں گی

شہری برائے بہتر ماحول کے سید غضنفر علی (ماہر نباتات) ایگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ ٹنڈو جام (سندھ) میں اپنے اسٹال پر

شہری رپورٹ

محمد نعمان

کے بی سی اے سب کمیٹی سی کی کارکردگی کا جائزہ

نگراں کمیٹی کو موثر بنانے کے لئے لازمی ہے کہ سیاسی عزم' عوامی شعور اور عوامی حمایت پیدا کی جائے اور کے بی سی اے میں اداراتی اصلاحات کی جائیں

عبوری حکومت کا نگراں کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ ان اطلاعات پر مبنی تھا کہ غیرقانونی تعمیرات کو باضابطہ طورپر باقاعدہ کیا جارہا ہے۔ غیرقانونی طورپر کمرشلائزیشن اور فلاحی پلاٹوں کی تبدیلی کی جارہی ہے' تعمیراتی قواعد کی بڑے پیمانے پر خلاف ورزی کی جارہی ہے اور بلڈنگ کنٹرول ڈپارٹمنٹ میں بدعنوانیاں عام ہیں۔ یہ کمیٹی سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے سیکشن B - 4 کے تحت کے بی سی اے کے کاموں کی نگرانی کے لئے قائم کی گئی تھی اور بعد میں اس کی مختلف سب کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔

سب کمیٹی "سی" اس فرض سے قائم کی گئی تھی کہ وہ کے بی سی اے کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے فوری اقدامات تجویز کرے اس کے فرائض میں مندرجہ ذیل امور شامل تھے۔

- پارکنگ کے قواعد کا جائزہ لینا
- (بلند کثیرالمنزلہ) عمارتوں کی تعمیر کے لئے علاقوں کی نشاندہی کرنا
- بعض خصوصیات اور طریق کار کے تحت کمرشلائزیشن کے لئے سڑکوں کی نشاندہی کرنا
- کے بی سی اے کے قانونی شعبے کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے تجاویز پیش کرنا' امتناعی احکامات ختم کرانے اور عدالتی مقدمات نمٹانے کے لئے اقدامات
- بلڈرز سے وصول کئے جانے والے سیکورٹی ڈپازٹ کی رقم اور طریق کار کا جائزہ لینا
- رساؤ' لیکیج' آتشزدگی' ہنگامی اخراج اور دوسرے داخلی اور خارجی پہلوؤں کے بارے میں موجودہ ماحولیاتی قواعد کا جائزہ لینا' جس میں کچرے کو بحفاظت ٹھکانے لگانے کا طریقہ بھی شامل ہے
- کے بی سی اے کے روزمرہ طریق کار کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز پیش کرنا

مقاصد کی تکمیل

کمیٹی نے مندرجہ ذیل شعبوں میں مناسب تبدیلیاں اور اقدامات تجویز کئے۔

- قانونی شعبے کی کارکردگی
- پلنتھ کی جانچ پڑتال کا سرٹیفکیٹ
- فیلڈ بکس کی دیکھ بھال
- انجینئرز اور آرکیٹکٹس کے لائسنسوں کی معطلی
- مالکان کے بارے میں تفصیلات کی جانچ پڑتال
- پارکنگ کے قواعد
- مفادعامہ کے منصوبے
- سیکورٹی ڈپازٹ

مذکورہ بالا سفارشات اس مجموعی کام کا صرف ۲۰ فیصد جو مختصر معیاد کے لئے سونپا گیا تھا اور جس کے لئے سب کمیٹی کو صرف ایک ماہ کا وقت دیا گیا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ نگراں کمیٹی کی میٹنگ میں یہ سب سفارشات پیش نہیں کی گئیں اور جن سفارشات پر عملدرآمد کی منظوری دی گئی انہیں بھی متعلقہ قواعد اور طریق کار میں شامل نہیں کیا گیا۔

مقاصد کی تکمیل میں رکاوٹیں

(الف) اگرچہ سب کمیٹی سی کے مقاصد کا تقاضا تھا کہ کے بی سی اے زیادہ سے زیادہ تعاون کرے اور معلومات فراہم کرے لیکن محکمے کا رویہ تساہلی اور عدم تعاون کا تھا۔ اس نے کے بی سی اے کی بہتر کارکردگی کے لئے کوئی تجویز پیش نہیں کی۔ مثلاً ترقی' تبادلے' تقرری' بیرونی مداخلت' دوسرے محکموں سے رابطے' عملے کے لئے سہولتوں اور روزمرہ کے طریق کار کو آسان بنانے کے لئے محکمے نے کوئی تجویز نہیں دی۔

(ب) سب کمیٹی کے دوسرے ارکان کی جانب سے عدم دلچسپی

(ج) کے بی سی اے کے حکام نے ان سفارشات کو طریق کار اور قواعد میں شامل کرانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

(د) بعض مقاصد مثلاً ان علاقوں کی نشاندہی جہاں کثیرالمنزلہ عمارتوں کی اجازت دی جائے اور ان اضافی سڑکوں کی نشاندہی جہاں کمرشلائزیشن کی جاسکے ان کے بارے میں معلومات سب کمیٹی اے کو فراہم کرنا تھی سب کمیٹی "اے" کی جانب سے کوئی پروگریس نہ ہونے کی وجہ سے سب کمیٹی "سی" ان معاملات کو زیرغور نہ لاسکی۔

سب کمیٹیوں کی کارکردگی بہتر بنانے کی تجاویز

۱) کے بی سی اے کے پرعزم اور تجربہ کار افسروں کی ایک ٹیم بنائی جائے جو سب کمیٹی کو معلومات فراہم کرے لیکن اس کے لئے سیاسی عزم درکار ہے اور اس کے بعد نگراں کمیٹی اور محکمے کے درمیان تعلقات کو دوبارہ متعین کرنا پڑے گا۔

۲) بامعنی نتائج حاصل کرنے کے لئے کمیٹی کے ارکان کے درمیان باہمی اعتماد'